خشک سالی اور قحط(۲)

اوانی رفت و اولیانی

29 JUN 2300

جس مصیبت میں اس وقت ملک اور اس کی 601-0-A

آبادی کا ایک معتد بہ حصہ مبتلا ہے، یہ چشم زدن میں وارد نہیں ہوئی ۔ اللہ تعالی نے جن کو بصیرت دی ہے وہ قوم اور اس کی قیادتوں کو چیخ چیخ کر متوجہ کر رہے تھے کہ وہ تباہی کی طرف بڑھ رہے ہیں لیکن افسوس کہ عاقبت نا اندیش قیادتوں نے وطن اور اہل وطن کی فکر نہ کی قومی زندگی اور معاشی اور سماجی ترقی کی صحیح ترجیحات مقرر نہ کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو ملک پچاس سال پہلے بر عظیم کی نصف سے زیادہ غذائی ضروریات پوری کر رہا تھا وہ دوسرے ملکوں سے اشیائے خورد و نوش در آمد کرنے کا محتاج ہو گیا۔ اب نوبت فاقہ کشی تک آگئی ہے اور جان و مال کا اتلاف اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ پاکستان کے بارے میں اس خطرے تک کا اظہار کیا جانے لگا ہے کہ کہیں خدانخواستہ ہمارا حشر بھی صومالیہ اور ایتھوپیا جیسا نہ ہو ؟

" بات یہاں تک کیوں اور کیسے پہنچی ؟ اس کے بڑے بڑے عوامل مندرجہ ذیل ہیں

غلط معاشی حکمت عملی، جس میں ملک کے اصل حقائق سے صرف نظر کر کے محض بیرونی امداد کے حصول اور عالمی مالیاتی اداروں کے اشاروں پر ترقیاتی پالیسیاں بنائی گئیں۔ زراعت جو 70 فیصد آبادی کی کفیل ، صنعت کے لئے 80 فیصد خام مال کا ذریعہ اور زر مبادلہ کمانے کا سب سے بڑا منبع ہے، اسے غیر شعوری ہی نہیں، شعوری طور پر نظر انداز کیا گیا اور اس طرح خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری گئی۔

خود انحصاری کے راستے کو ترک کر کے بیرونی ممالک کی محتاجی اور عالمی نظام کی کاسہ لیسی کا رویہ اختیار کیا گیا 2 جس نے معیشت کے تمام اہم شعبوں کو متاثر کیا نہ زراعت ترقی کر سکی اور نہ صنعت کا مضبوط اور مستحکم نظام قائم ہو سکا۔ خسارے کی مالیات نے ایک طرف افراط زر کے سیلاب کو جنم دیا تو دوسری طرف بار بار کے تخفیف زر نے بیرونی منڈیوں میں ہمارے زر کو زر کم عیار " بنا دیا۔ قرضوں کے پہاڑ جیسے بوجھ نے معیشت کی بد حالی مسلط کر دی ہے جو ملکی سلامتی کے لئے بھی خطرہ بن چکی ہے۔

پانی کی رسد کے ہمہ پہلوؤں کو نہ صرف نظر انداز کیا گیا بلکہ سیاسی بازی گری اور علاقائی مفاد پرستی کے جھگڑوں میں اس طرح الجھا دیا گیا کہ آج پورا ملک نقصان اٹھا رہا ہے۔ اگر اب بھی معاملات کو ملکی مفاد انصاف اور دانش مندی سے حل نہ کیا گیا تو مستقبل بڑا ہی تاریک ہو سکتا ہے۔

حالیہ بحران برف کے اصل تو دے کا صرف ایک چھوٹا سا گوشہ اور عبرت کا ایک تازیانہ ہے تاکہ اب بھی یہ قوم خطرات کو بھانپ کر آنے والے طوفان کے لئے سفینہ بنانے اور چھتیں پاٹنے کا کام انجام دے لے۔

پانی کے مسئلے کے تین پہلو ہیں: پہلا پانی کی مقدار کا کہ کس طرح ضرورت کے مطابق فراہمی آب کا منصوبہ بنایا جائے ۔ دوسرا جو پانی میسر ہے اس کی صحیح تقسیم ، ترسیل اور استعمال کا اور تیرا ملکی حالات و وسائل کو سامنے رکھتے ہوئے صحیح زرعی ٹیکنالوجی اور طریق کاشت کا تاکہ بہترین استعمال کے ذریعے اعلی ترین نتائج پیداوار حاصل کئے جاسکیں۔ اس وقت تک ان تینوں پہلوؤں سے ہماری پالیسی خام ناکارہ فرسودہ اور غیر حقیقت پسندانہ رہی ہے اور کرپشن اس پر مستزاد

زرعی اصلاحات کا مسئلہ بھی زراعت کے بنیادی مسائل میں سے ہے۔ چھ سو خاندان آج بھی دو نام نہاد زرعی اصلاحات کے باوجود 55 50 فیصد زیر کاشت رقبے پر قابض ہیں اور زراعت اور سیاست دونوں میں اپنی من مانی کر رہے ہیں۔ بنیادی زرعی اصلاحات اور تقسیم اراضی کے صحت مند نظام کے بغیر زراعت کا نقشہ بدلنا مشکل ہے۔ نیز اس کی وجہ سے دولت کی تقسیم میں شدید ناہمواری رونما ہوئی ہے اور زراعت میں غربت کا تناسب خطرناک حد تک زیادہ اور روز افزوں ہے حالیہ خشک سالی اور قحط نے بھی سب سے زیادہ متاثر ان افراد کو کیا ہے جو پہلے ہی غربت کا شکار تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ تقسیم دولت اور روزگار کے مواقع کی فراہمی کے موثر نظام کے بغیر زراعت کی بنیاد کو مضبوط اور عدل و انصاف پر قائم نہیں کیا جا سکتا اور بحیثیت مجموعی معاشرہ سے ظلم ، غربت اور محتاجی کا خاتمہ نہیں کیا جا سکتا۔

کس نہ گردد در جہاں محتاج کس نکتہ و شرع مبین این است و بس جدید تحقیقات سے ایک پہلو یہ بھی سامنے آیا ہے اور اس میں نوبل انعام یافتہ ماہر معاشیات امر تاسین کی تحقیقات بڑی چشم کشا ہیں کہ قحط اور بیرونی سامراج اور قحط اور آمرانہ / غیر جمہوری نظام حکمرانی کا بڑا گہرا تعلق ہے ۔ جو نظام شوری آزادی اظہار احتساب اور جواب دہی قانون کی حکمرانی اور انصاف کی فراہمی پر مبنی ہو گا اس میں غربت قحط اور عام ہلاکت تک نہیں پہنچتی۔ یہ صورتحال پیدا ہی وہاں ہوتی ہے جہاں اصلاح کے دروازے بند ہوں اور مقامی سطح سے لے کر اوپر تک اقتدار کا ارتکاز ہو اور جواب دہی کا فقدان ہو۔

طبعی حالات اور بارشوں کی کثرت و قلت اپنی جگہ ، لیکن صورتحال کو بگاڑنے اور خرابی کو اس مقام تک پہنچانے میں مندرجہ بالا پانچ عوامل کا بڑا ہاتھ ہے۔

پاکستان ان حالات میں قائم ہوا کہ کیبنٹ مشن پلان کی ناکامی کے بعد ' برطانیہ اور کانگرس کے گٹھ جوڑ کے تحت 14 اگست 1947ء کو آزادی قبول کرنا پڑی۔ فطری طور پر وہ تیاری نہیں ہو سکی جو انتقال اقتدار اور استحکام اقتدار کے لئے ضروری تھی۔ ریڈ کلف ایوارڈ اور پنجاب کی تقسیم کا ایسا نقشہ جس میں تین دریاؤں کے ہیڈور کسی بھارت کے قبضے میں جارہے تھے اور دریاؤں کا منبع بھی ان کے زیر اقتدار رہتا تھا، خطرے کی گھنٹی تھا۔ یہی ہوا کہ اپریل 1948 ء ہی میں بھارت نے پانی کا مسئلہ کھڑا کر دیا ۔ 1960ء میں سندھ طاس معاہدے کی شکل میں مسئلے کا ایک حل" بنا جو بڑی حد تک بھارت کے حق میں تھا اور جس کے ذریعے اسے تین دریاؤں پر مکمل اختیار حاصل ہو گیا۔ پاکستان کو تقریباً 33 ملین ایکڑ فٹ پانی کا نقصان ہو ا جس کی تلافی منگلا اور تربیلا کے 13 ملین ایکڑ فٹ پانی کے باوجود نہیں ہو سکی۔ پاکستان کو اپنے پورے نظام آب پاشی کو نئی نہروں کے ذریعے اپنے حصے کے تین دریاؤں سے مربوط کرنا پڑا۔ 1967ء میں منگلا اور 1972ء میں تربیلا ڈیم نئے نظام کے ستون کی حیثیت سے موثر ہوئے لیکن اس کے بعد جو اقدامات کئے جانے چاہیں تھے ، وہ باہمی سیاسی چپقلش کی نذر ہو گئے اور پانی کی فراہمی اور تقسیم دونوں ہی کے بارے میں اتفاق رائے سے کوئی نظام نہ بن سکا۔

پاکستان کے حصے کے تین دریاؤں سے کل پانی جو حاصل ہو رہا ہے وہ 140 ملین ایکٹر فٹ ہے جس میں سے 106 ملین ایکٹر فٹ زراعت کے لئے استعمال ہو رہا ہے اور تقریباً 34 ملین ایکٹر فٹ سمندر میں جا رہا ہے۔ اس کا دو تہائی یا اس سے بھی زیادہ زراعت اور بجلی سازی کے لئے استعمال ہو؟ سکتا ہے لیکن اس کے لئے کوئی قابل عمل منصوبہ آج تک نہیں بن سکا۔ زیر زمین پانی سے 48 ملین ایکٹر فٹ آب پاشی کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس ذریعے سے بھی کم از کم 7 ملین ایکڑ فٹ مزید حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جو پانی آب پاشی کے لئے استعمال ہو رہا ہے اس کا بھی 40 فیصد درمیان میں ضائع ہو جاتا ہے اور حقیقی آب پاشی کے لئے استعمال نہیں ہو پا رہا۔ پھر تربیلا اور منگلا میں گارے کی سطح بلند ہونے کی وجہ سے ان کی صلاحیت میں 24 فیصد کی کمی ہو چکی ہے جس کا اگر بر وقت تدارک نہ ہوا تو 2013 ء کے بعد ملک شدید بحران کا شکار ہو سکتا ہے۔ نہروں کے نظام کی خرابیوں اور با اثر افراد کی دراندازیوں کی وجہ سے بھی پانی کی تقسیم میں بے شمار خرابیاں رونما ہوئی ہیں۔

کے مسائل ہیں۔ نہروں کا پورانظام 1873ء کے پھر سیم اور تھور کے مسائل ہیں۔ نہروں کے پختہ نہ ہونے کی وجہ سے رئے ایک قانون کے تحت چلایا جا رہا ہے جسے نئے حالات کے مطابق مکمل طور پر از سر نو مرتب کرنے کی ضرورت ہے ۔ لیکن اس طرف سے بھی مسلسل غفلت برتی گئی ہے۔ ان سب کا یہ نتیجہ ہے کہ تقسیم کے وقت فی کس پانی کی فراہمی 5000 کیوبک میٹر تھی جو اب 1999ء میں 1200 کیوبک میٹر رہ گئی ہے اور خطرہ ہے کہ 2025 ء تک 800 کیوبک میٹر تک گر جائے گی۔ اگر پانی کی فراہمی اس کی تقسیم اور اس کے استعمال کے بارے میں موثر حکمت عملی تیار نہیں کی جاتی تو ہم بہت بڑی تباہی کی طرف بگ ٹٹ بڑھتے جائیں گے ۔ العیاذ باللہ ! اس سلسلے میں کالا باغ ڈیم کا مسئلہ بحث میں ایک مرکزی حیثیت اختیار کر گیا ہے اور اسے ایسا سیاسی رنگ دے دیا گیا ہے کہ اب : ڈور کو سلجھارہے ہیں اور سرا ملتا نہیں

اس باب میں مزید بے یقینی مہلک ہے۔ اگر اتفاق رائے کی کوئی صورت نہیں تو متبادل حکمت - عملی کی فی الفور تیاری کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اس سلسلے میں فنی ماہرین اور سیاسی قیادت کو سر جوڑ کر ایک فیصلہ کرنا چاہئے اور چین کی طرح چھوٹے ڈیم کی حکمت عملی کا بھی گہری نظر سے - جائزہ لینا چاہئے ۔ اس لئے بھی کہ بڑے ڈیم کے لئے بیرونی قرضوں، ماہرین اور کمپنیوں پر انحصار ناگزیر ہو گا جب کہ چھوٹے ڈیموں کے لئے جو ایک اندازے کے مطابق 30 سے 40 بن سکتے ہیں ، ملکی انجینئر اور ملکی صنعت سے حاصل ہونے والی مشینری کافی ہو سکتی ہے۔ اس سے ہزاروں لاکھوں افراد کو روزگار بھی میسر آ سکتا ہے ، ملکی صنعت میں غیر معمولی اضافہ ہو سکتا ہے۔ خود انحصاری کی طرف ایک موثر قدم بڑھایا مطابق صحیح CF جا سکتا ہے اور بیرونی قوتوں کے جال سے بچا جا ہے۔ ضرورت اجتہادی بصیرت اور ملکی مفاد کے ترجیحات قائم کر کے فیصلہ کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے سرگرم ہو جانے کی ہے۔ (جاری ہے)